دارالافتاء

عزیز زبیدی - واربرٹن

زمین اس کی جو کاشت کرے؟

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ:-

متحدہ محاذ کے ذمہ دار لیڈروں نے بالخصوص امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد اور مولانا مفتی محمود نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ،

زمین اس کی جو کاشت کرے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

سب سے پہلے اس کا ذکر "پاکستان قومی اتحاد" کے "منشور" [1] میں ان الفاظ میں کیا گیا کہ:

مزارعت کا ہر طریقہ جو شریعت کے خلاف ہو ختم کر دیا جائے گا اور شرعی احکام کے مطابق "بالآخر" زمین اسی کی ہو گی جو اس کو کاشت کرے گا۔

اس کے بعد مفتی محمود نے اپنے ایک اخباری بیان میں اس کا ذکر کیا جو تمام اخبارات میں شائع ہوا، پھر یکے بعد دیگرے محاذ کے مختلف لیڈر مختلف اوقات میں اسے بیان کرتے رہے تا وقت تحریر آج (۲۳ر فروری ۱۹۷۷ء) کو اس سلسلے کا جو ایک بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے وہ میاں طفیل محمد کا بیان ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں: [2]

---

[2] نوائے وقت مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۷۷ء میں "میاں طفیل محمد کی وضاحت" کے عنوان سے یہ خبر شائع ہوئی ہے۔

لاہور ۲۷ر فروری (سٹاف رپورٹر) امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے ایک بیان میں یہ وضاحت کی ہے کہ قائم آباد کے جلسہ میں کچھ ان کہی باتیں ان سے منسوب کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زرعی پالیسی کے بارے میں میں نے یہ کہا تھا کہ زمین ہو، صنعت، تجارت یا کوئی اور شے، تمام امور شریعت الٰہیہ کے مطابق طے کیے جائیں گے اور کسی کو بھی کسی کے حق پر دست درازی کا حق نہ ہو گا۔ جس کی ملکیت جائز ہو گی (باقی بر صفحہ ۳۲)

"اگر ہم برسر اقتدار آ گئے، تو مزارع اور مالک کا صدیوں پرانا نظام ختم کر دیا جائے گا اور جو شخص اپنی زمین کاشت کرے گا وہی مالک ہو گا۔ جو زمین خود کاشت نہیں کرے گا وہ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کے نام کر سکے گا یا فروخت کر سکے گا۔ اسے یہ زمین اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ (نوائے وقت ۲۳ فروری)

یہ ملحوظ رہے کہ متحدہ محاذ مندرجہ ذیل جماعتوں پر مشتمل ہے۔

آل جموں و کشمیر کانفرنس، پاکستان جمہوری پارٹی، پاکستان مسلم لیگ، تحریک استقلال، جماعت اسلامی، جمعیۃ علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، پاکستان خاکسار تحریک، نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی (منشور پاکستان قومی اتحاد ص۲)

ان میں صرف تین جماعتیں ایسی ہیں جن کو جماعتی حیثیت سے دین سے دلچسپی اور مَس ہے اور وہ دینی نزاکتوں سے واقف بھی ہو سکتی ہیں، ایک جماعت اسلامی، دوسری جمعیۃ علمائے اسلام اور تیسری جمعیۃ علمائے پاکستان، جہاں تک شرعی احکام اور علم کی بات ہے اس کی رو سے عالم دین صرف مؤخر الذکر دو جماعتوں کے قائدین ہیں۔ مفتی محمود اور احمد شاہ نورانی۔ اور یہ دونوں حنفی ہیں، محاذ میں باقی جماعتوں کے رہنما مسلمان ضرور ہیں مگر کتاب و سنت کے عالم نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دورِ حاضر کی سوشلسٹ تحریکوں کے چرکوں سے محفوظ بھی نہیں ہیں گویا ان کے نزدیک یہ بھی ایک غریب نوازی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ دین نوازی کی یہ بھی کوئی ایک شکل ہے۔

ع فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست!

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دنیا دار سیاسی جماعتوں کی یہ "غریب نوازی" دینی جذبہ پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ ان کی سیاسی مصلحت بینی اور حکمتِ عملی کا ایک سیاسی داعیہ ہے۔ ان میں جو تین سیاسی جماعتیں ہیں، .. دیندار ہونے کے باوجود آج کل وہ بھی ہوا کا رخ دیکھنے کی بیمار ہیں۔ اس لیے ان کی کسی بات کو دین پر مبنی قرار دینا ضروری نہیں ہے اور نہ ان کی کوئی بات حرفِ آخر تصور کی جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وہ اپنی زمین مزارعت پر بھی کاشت کرا سکتا ہے خود بھی کاشت کر سکتا ہے اور ملازم رکھ کر بھی کاشت کر سکتا ہے، جو صورت ہر دوسرے کاروبار میں جائز اور حلال ہے۔ اسے زمین کے معاملے میں حرام اور ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انھوں نے کہا کہ قائد آباد کے جلسہ میں مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبد الستار نیازی موجود نہیں تھے۔

کیونکہ یہ لوگ ابھی کئی رخ بدلیں گے ۔۔۔ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ ہمیں ان کے بعض خام پہلوؤں کی بنا پر یہ اندیشہ ہے کہ : بعض ایسی باتیں جو دین نہیں ہیں، دین کہلانے لگ جائیں ۔ کیونکہ ان سیاسی دینداروں کے نزدیک وقت اور حالات کے ساتھ احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی دعوے کرتے ہیں کہ اساسی تصورات غیر متغیر ہیں، گویا کہ وہ یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ درخت کا تنا تو وہی رہتا ہے لیکن اس کے برگ و بار رنگ بدلنا شروع کر دیتے ہیں، یعنی کیکر کا درخت تو کیکر ہی رہے گا لیکن اس کے پتے اور پھل کبھی انگوروں کے برگ و بار بھی بن سکتے ہیں۔ یا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کبھی غیر اسلامی دنیا کی باتیں بھی اسلام کا جزو بن سکتی ہیں۔ غالباً یہ حضرات حالات اور وقت کے شرعی اور قدرتی پیمانوں کو نہیں سمجھ سکے ۔۔ ورنہ "تغیر زمان و حالات" کے کہرام سے مسائل کو حل کرنے کی تکلیف میں نہ پڑتے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ سیاسی میدان ایسا میخانہ ہے کہ اس میں عالم زاہد بھی قدم رکھ لیں تو ان کی پگڑی بھی اچھلنے لگ جاتی ہے۔ دنیا داروں کو کوئی کہاں تک روئے، وہ اصل علماء اور زہاد کی اکسیر، سیاسی مصلحت کیشی کے ہاتھوں عموماً پٹ جاتی ہے۔ ایسے میدانوں میں احمد بن حنبلؒ اور احمد بن تیمیہؒ جیسی عظیم روحیں سلامت رہ سکتی ہیں، باقی رہے دوسرے لوگ، وہ علم و زہد کے باوجود ان کے لیے یہ سیاسی کانیں کانِ نمک ہی ثابت ہوتی ہیں۔

ع آنچہ در کانِ نمک رفت نمک شد

اس تمہید کی ضرورت صرف اس لیے پڑی ہے کہ : ان جماعتوں سے حسنِ ظن رکھنے کے باوجود ان کی سلامت روی کے لیے خدا سے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے اور جو کچھ وہ کریں یا کہیں ان کو بہر حال کتاب و سنت کی ترازو میں تولنے کی ضرور کوشش کی جایا کرے۔ کیونکہ وہ نیک اور نیک نیت سہی، تاہم وہ نبی یا خلفاء راشدین نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ ابھی وہ نو وارد بھی ہیں اور وہ ماحول اور فضا بھی ابھی غائب ہے جو احکام اور مسائل کی روح کو سمجھنے کے لیے مدد دے سکتی ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امراً۔

متحدہ محاذ میں چونکہ دینی نقطۂ نظر کی حامل جماعت اسلامی یا صرف حنفی بزرگ ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں پہلے انہی کے افکار پیش کیے جائیں، ان کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی اصلی نوعیت واضح کی جائے۔

جماعت اسلامی کے بانی۔ مزارعت کے مسئلہ پر جماعت اسلامی کے داعی حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، جو خاص بصیرت افروز ہے، یہاں پر اس

کے کچھ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

"اس میں صریح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بٹائی پر زمین کاشت کے لیے دی، اپنی طرف سے بھی، حکومت کی طرف سے بھی اور ان پندرہ سو افراد کی طرف سے بھی جن کا حصہ خیبر میں تھا، اس طریقہ پر آپؐ اپنے آخری لمحۂ حیات تک عامل رہے اور آپؐ کے بعد شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کا عمل بھی اسی پر رہا۔ کیا اس کے بعد بھی کسی کو گمان ہو سکتا ہے کہ اسلامی قانون میں بٹائی پر زمین کاشت کے لیے دینا ممنوع تھا" (مسئلہ ملکیت زمین ص ۳۳

اسلام کے احکام ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے سے متناقض و متصادم نہیں ہیں۔۔۔۔ یہ وہ خوبی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دین کے منجانب اللہ ہونے کا ایک نمایاں ثبوت قرار دیا ہے لیکن اگر ہم یہ مان لیں کہ شریعت میں مزارعت ناجائز ہے اور یہ کہ شارع زمین کی ملکیت کو خود کاشتی تک محدود کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ شارع آدمی کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ خود کاشتی کی حد سے زائد جتنی زمین اس کے پاس موجود ہو اسے یا تو دوسروں کو مفت دے دے یا بے کار ڈال رکھے تو ذرا سا غور کرنے پر ہمیں علانیہ یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ احکام اسلام کے دوسرے اصولوں اور قوانین سے مناسبت نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر تناقض کی چند نہایت صریح صورتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اسلامی نظام میں ملکیت کے حقوق صرف ہٹے کٹے مردوں تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ عورتوں، بچوں، بیماروں اور بوڑھوں کو بھی یہ حقوق پہنچتے ہیں۔ اگر مزارعت ممنوع ہو تو ان سب کے لیے زرعی ملکیت بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

۲۔ اسلامی قانون وراثت کی رو سے جس طرح ایک آدمی کی میراث اس کے مرنے پر بہت سے آدمیوں کے درمیان بٹ جاتی ہے، اسی طرح بسا اوقات بہت سے مرنے والوں کی میراث ایک آدمی کے پاس جمع ہو سکتی ہے، اب یہ کتنی عجیب سی بات ہے کہ اسلام کا قانون وراثت تو بیسیوں اور سینکڑوں ایکڑ تک زمین ایک شخص کے پاس سمیٹ لائے مگر اس کا قانون زراعت اس کے لیے ایک محدود رقبے کے سوا باقی تمام ملکیت سے انتفاع کو حرام کر دے۔

۳۔ اسلام نے کسی نوع کی ملکیت پر مقدار اور کمیت کے لحاظ سے کوئی حد نہیں لگائی ہے۔۔۔۔ پھر آخر تنہا زرعی جائداد میں وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر صرف اس کے معاملہ میں شریعت کا میلان یہ ہو کہ اس کے حقوق ملکیت کو مقدار کے لحاظ سے محدود کر دیا جائے؟

۴۔ فیاضانہ طریقہ سے مفت دے دینا اسلام پسند تو ضرور کرتا ہے مگر اسے فرض نہیں کرتا۔

۵۔ اسلامی قانون نے تجارت، صنعت اور معاشی کاروبار کے تمام شعبوں میں آدمی کو اس بات کی کھلی اجازت دی ہے کہ وہ نفع و نقصان کی شرکت کے اصول پر دوسروں کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرے ...... لیکن آخر اس بات کے لیے کون سے معقول وجوہ ہیں کہ ایک شخص اپنا سرمایہ زمین کی شکل میں دوسرے کو دے کر یہ نہ کہہ سکے کہ تو اس میں کاشت کر، پیداوار میں تہائی یا چوتھائی یا نصف کا ہم شریک ہوں۔ (مسئلہ ملکیت زمین ص۴۲ تا ص۵۱ ملخصاً)

اس سے پہلے ایک انتخابی منشور میں جماعت اسلامی نے یہ اعلان کیا تھا کہ:

۶۔ مالکان اراضی اور کاشتکاروں کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لیے حسب ذیل اصلاحات کا نفاذ۔

(و) کاشتکار کو کم از کم اتنا قطعۂ زمین اور اتنا حصہ پیداوار لازماً دیا جائے جو بلحاظ اوسط اس کی بنیادی ضروریات کے لیے کفایت کر سکے۔

(ب) پیداوار کے مقرر حصہ یا طے شدہ لگان کے سوا مالکان زمین کو کاشتکاروں سے کوئی ٹیکس یا کوئی بلا معاوضہ خدمت لینے کا حق نہ ہو۔

(ج) مخصوص قانونی وجوہ کے سوا کسی کاشتکار کو زمین سے بے دخل نہ کیا جا سکے۔

(د) مالکوں اور کاشتکاروں کی باہمی شکایات رفع کرنے کے لیے ان کی مشترک پنچایتیں قائم کی جائیں۔ (ترجمان القرآن ص۴۸-۴۹ جلد ۳۵، عدد ۳، ۴)

لیکن حالیہ انتخابات کے منشور میں اس کے خلاف کہا گیا ہے۔ یہ منشور تنہا جماعت اسلامی کا نہ سہی، بہرحال ان کے بیان کی حیثیت تو ایک جماعتی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ بٹائی کا طریقہ جائز ہے، ملاحظہ ہو رسائل و مسائل ص۲۲۹/۲)

اختلاف: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کاشتکاری کے لیے دینا جائز نہیں ہے۔

قال ابو حنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلة (تقدوری) وھی فاسدة عند ابی حنیفة (ھدایہ)

امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک کاشتکاری کا سلسلہ جائز ہے۔ وقالا جائزة (ھدایہ)

اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

الا ان الفتویٰ علیٰ قولھما لحاجة الناس الیھا (ھدایہ)

ولا تصح عند الامام لانها کقفیز الطحان و عند هما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسًا علی المضاربۃ (در مختار مع شرح تنویر الابصار)

قال ابو یوسفؒ: ولکن ثلث الارض عندی ھی بمنزلۃ مال المضاربۃ (کتاب الخراج)

قال محمد: وبھذا نأخذ لا بأس بمعاملۃ النخل علی الشطر والثلث والربع وبمزارعۃ الارض البیضاء علی الشطر والثلث والربع وکان ابو حنیفۃ یکرہ (موطا)

وقال عبد الحی: وبجوازہ قال الجمھور روی عند ابن ابی شیبۃ وغیرہ عن علی وابن مسعود وسعد وجماعۃ من التابعین فمن بعدھم (التعلیق الممجد علی موطا محمد)

جماعت اسلامی کے رہنماؤں اور احناف کے ائمہ اور فقہاء کی ان تصریحات کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہاں طفیل محمد صاحب اور مفتی محمود صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ جماعت اسلامی کے منشور، اس کے اولین داعی کی تصریحات اور فقہ حنفی کے فتووں کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں تو زیادہ مناسب رہے گا، ان کی جماعتی اور مسلکی روح کا اقتضا بھی یہی ہے۔ اس سلسلے میں جو بات دیکھنے کے قابل ہے وہ زاویۂ نگاہ کی بات ہے، یعنی یہ کہ مزارعت ایک شراکت ہے، ان کے درمیان "آقا اور غلام" کی نسبت نہیں ہے۔ جہاں ایسی فرسودہ ذہنیت پیدا ہو جائے وہاں بیشک اس کو سختی کے ساتھ دبا دینا چاہیے۔

مزارعت کے خلاف روایات۔ بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ کاشتکاری سسٹم جائز نہیں ہے۔ ان روایات کے راویوں کے سرخیل حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ انصاری ہیں اور زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس سلسلے کی بات حضورؐ سے خود نہیں سنی بلکہ اپنے دو چچاؤں سے سنی ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضورؐ نے مزارعت (کاشتکاری) سے منع فرمایا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ مالک زمین خود کاشت کرے یا خود کاشت سے زائد زمین دوسرے بھائیوں کو دے دے۔

فقال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن امر کان لنا نافعا وطواعیۃ اللہ ورسولہ انفع لنا و انفع قال: قلنا وما ذاک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کانت لہ ارض فلیزرعھا او لیزرعھا اخاہ ولا یکاریھا بثلث ولا بربع ولا بطعام مسمی (رواہ ابو داؤد) من کانت لہ فضول ارضین (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمرؓ نے بھی انہی کی روایت پر بھروسہ کیا تھا ورنہ ان کی معلومات اس سے مختلف تھیں۔

ثم خشی عبد اللہ ان یکون النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد احدث فی ذلک شیئاً لم یکن علمہ فترک کراء الارض (بخاری باب ماکان اصحاب النبی)

حضرت جابرؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے حصے پر زمین کاشت کے لیے دینے سے منع فرمایا تھا یعنی خود کاشت کیجیے یا دوسرے بھائی کو بخشش کیجیے!

عن جابر قال کانوا یزرعونہا بالثلث والربع والنصف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ ارض فلیزرعہا او لیمنحہا الحدیث (بخاری ایضاً)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بھی یہی کہنا ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من کانت لہ ارض فلیزرعہا او لیمنحہا الحدیث (بخاری باب مذکور)

صحیح صورتِ حال - ان روایات کے مجموعی مطالعہ سے جو بات سامنے آتی ہے، وہ اس سے مختلف ہے جو روایات کے الفاظ سے مترشح ہوتی ہے۔

ملکیت کی نفی نہیں - سب سے پہلی بات جو سمجھ لینی چاہیے، وہ یہ ہے کہ: جن روایات میں آیا ہے کہ خود کاشت کرو، ورنہ کسی کو دے دو (فلیزرعہا او لیمنحہا) اس میں صرف یہ سفارش کی گئی ہے کہ اگر کسی کو دینی ہے تو پھر زاید زمین کسی ضرورت مند کو دے دی جائے تاکہ اور کوئی فائدہ اٹھائے اس سے غرض ملکیت کی نفی نہیں ہے، اس لیے فرمایا: ورنہ زمین اپنے گھر رکھ لیجیے۔

فان لم یفعل فلیمسک ارضہ (بخاری باب مذکور) فان لم یمنحہا اخاہ فلیمسکہا (مسلم) فان ابی فلیمسک ارضہ (مسلم)

ایسا کیوں فرمایا؟ کسی کو استفادہ کے لیے دے دیجیے یا پھر گھر رکھ لیجیے! یہ بات کیوں اور کس موقعہ پر فرمائی؟ بات دراصل یہ ہوئی کہ: مالک زمین اور کاشتکار، آپس میں لڑ پڑے تھے، آپ نے فرمایا کہ: دینی ہے تو پھر لڑیے نہیں، اگر لڑنا ہے تو پھر زمین گھر رکھیے! حضرت زیدؓ بن ثابت قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بخدا میں رافع بن خدیج سے زیادہ حضورؐ کے ارشاد کو جانتا ہوں، خدا اس کو معاف کرے اصل یہ بات ہوئی کہ دو انصاری حضورؐ کے پاس آئے اور لڑ پڑے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر زمین ٹھیکے پر دو ہی نہیں۔

قال زید بن ثابت: یغفر اللہ لرافع بن خدیج انا واللہ اعلم بالحدیث منہ، انما اتاہ رجلان وقال مسدد: من الانصار ثم اتفقا قد اقتتلا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ان کان ھذا شأنکم فلا تکروا المزارع (زاد مسدد) فسمع قولہ: لا تکروا المزارع (رواہ ابوداؤد باب فی المزارعۃ) ما ورد ب الارض یزرعھا او یزرعھا وکرہ کراءھا (مسلم)

لڑے کیوں؟ لڑے کیوں؟ صرف اس لیے کہ مالک زمین، زمین کا زرخیز حصہ اپنے لیے مخصوص کر لیتا تھا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ کبھی کاشتکار کے حصے میں پیداوار ہو جاتی اور مالک خالی ہاتھ رہتا، کبھی اس کے برعکس صورت بن جاتی، ظاہر ہے جو گھاٹے میں رہتا اسے دوسرے سے الجھنے کی نوبت آ ہی جاتی۔

انما کان یؤاجرون علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما علی الماذیانات واقبال الجداول واشیاء من الزرع فیھلک ھذا ویسلم ھذا ویسلم ھذا ویھلک ھذا ولم یکن للناس کراء الا ھذا فلذلک زجر عنہ (رواہ ابوداؤد ومسلم) قال سعد: کنا نکری الارض بما علی السواقی من الزرع وما سعد بالماء منھا فنھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک رواہ ابوداؤد)

قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال ما تصنعون بمحاقلکم قلت نؤاجرھا علی الربیع وعلی الاوسق من التمر والشعیر قال لا تفعلوا ازرعوھا او ازرعوھا او امسکوھا قال رافع سمعا وطاعۃ (بخاری)

قال جابر بن عبد اللہ: کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نأخذ الارض بالثلث والربع بالماذیانات فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک فقال من کانت لہ ارض فلیزرعھا فان لم یزرعھا فلیمنحھا اخاہ فان لم یمنحھا اخاہ فلیمسکھا (رواہ مسلم)

حضرت رافع بن خدیج نے اس ناگوار صورت کا خود بھی ذکر کیا ہے۔

یقول کنا اکثر الانصار حقلا قال کنا نکری الارض علی ان لنا ھذہ ولھم ھذہ فربما اخرجت ھذہ ولم تخرج ھذہ فنھانا عن ذلک (رواہ مسلم)

حضرت رافع بن خدیج اپنے دو چچاؤں سے بھی یہی استثنائی صورت بیان کرتے ہیں۔

عن رافع بن خدیج حدثنی عمای انھم کانوا یکرون الارض علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما ینبت علی الاربعاء او بشیء یستثنیہ صاحب الارض فنھانا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ذلک (رواہ البخاری)

ابن ماجہ میں روایت اور واضح آئی ہے۔

قال رافع بن خدیج، کان احدنا اذا استغنی عن ارضه اعطاها بالثلث والربع و النصف، واشترط ثلث جداول والقصارة وما سقی الربیع وکان العیش اذ ذاک شدیدا فکان یعمل فیها بالحدید وبما شاء اللہ الحدیث (ابن ماجہ)

قال حنظلة بن قیس قال سألت رافع ابن خدیج عن کراء الارض البیضاء فقال حلال لا باس بہ، نمانھی عن الاذمات: ان یعطی الرجل الارض ویستثنی بعضها نحو ذلك (رواہ عبد الرزاق باب کراء الارض بالذھب والفضة)

قال نافع کان ابن عمر یکری ارضه فاخبر بحدیث رافع بن خدیج فاخبرہ فقال: قد علمت ان اھل الارض یعطون ارضیھم علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویشترط الارض ان لی الماذیانات وما سقی الربیع ویشترط من الجرین شیئاً معلوماً قال فکان ابن عمر یظن ان النھی لما کانوا یشترطون (عبد الرزاق)

اگر یہ بات نہ ہوتی اور بعض حضرات کے حسبِ ارشاد: اس سے غرض زائد زمین کا چھین لینا ملحوظ ہوتا تو پھر اسے ٹھیکے پر دینے کی بھی اجازت نہ ہوتی، حالانکہ ٹھیکے پر دینے کی آپ نے اجازت دی تھی۔ اور یہ بات خود حضرت رافع نے بیان فرمائی ہے۔

قال حنظلة بن قیس: فقلت لرافع فکیف ھی بالدینار والدراھم فقال رافع لیس بھا بأس بالدینار والدرھم (بخاری)

قال سعد: وامرنا ان نکریھا بذھب او فضة (رواہ ابو داؤد)

قال فقلت اما بالذھب والورق قال (ای رافع) اما بالذھب والورق فلا باس بہ (رواہ مسلم) واما الورق فلم یکن یومئذ (مسلم)

ولم ینہ ان نکری الارض بالورق (ابن ماجہ) ورخص لنا ان نکریھا بالذھب والورق (ابن حبان)

اگر زائد زمین کو گھر سے اٹھا کر پھینک دینے کی بات ہوتی تو پھر ٹھیکے پر دینے کی بھی اجازت نہ ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک پیش آمدہ مفسدہ کی روک تھام کے لیے مزارعت سے روکا گیا تھا۔ کیونکہ اس وقت جو مزارعت رائج تھی وہ حق تلفی اور ظلم و زیادتی پر مبنی تھی۔ چنانچہ اس سے جھگڑے بھی پیدا ہوئے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ مزارعت سے روکنے کی اس وقت اصل صورت مفسدہ تھی

کہ: اگر یہ بات ہے تو پھر کاشت پر نہ دو، گھر میں رکھو! یہ انداز گفتگو دراصل اس امر کا غماز ہے کہ، مزارعت ٹھیک ہے لیکن تمھاری فلاں حرکت ناجائز ہے۔ اور جب تک یہ باقی ہے، کاشت پر نہ دو۔

ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حصے پر نہ دینے کے حکم سے یہ بات کیسے نکل آئی کہ: زائد زمین رکھنا ہی جائز نہیں؟ اگر کاشت پر دینے میں حق تلفی یا جھگڑے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر ٹھیکے پر دے دیجیے! — بہرحال کاشت پر دینے سے ممانعت کا لازمی نتیجہ یہ نہیں کہ زائد زمین اس سے چھین لی جائے۔

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے دوسرے ہمنوا بزرگوں کے توقف سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ زائد زمین رکھنے کے حق میں نہیں ہیں، یہ دوستوں کی اختراع ہے، ان بزرگوں کا مسلک نہیں ہے۔ بلکہ احناف نے تصریح کی ہے۔

کہ امام ابوحنیفہ کی بات تقویٰ پر مبنی ہے ان کا فتویٰ نہیں ہے کہ وہ حرام ہے۔

انما غایتہ انہ کرھہا تورعا کما ترکہا ابن عمر تورعا وتبعہ ابراھیم (اعلاء السنن)

حصے پر زمین دیتے وقت اگر حصے کا تعین نہ کیا جائے تو پھر مزارعت بھی جائز نہ ہوگی، اگر ضمانت حاصل کر کے حصے کی بات طے کر لی گئی ہے کہ ½ یا ⅓ یا ¼ مثلاً تو پھر یہ ممنوع بھی نہیں، چنانچہ حضرت رافعؓ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

واما شیئ معلوم مضمون فلا باس بہ (مسلم)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ منع کی اصل وجہ زمین کا زائد اور فالتو ہونا نہیں ہے بلکہ حصے کی (۱) جہالت ہے (۲) یا معلوم تو ہو مگر قابلِ وثوق ضمانت اور اطمینان کی صورت نہ رہے۔ (۳) یا فریقین میں سے کسی ایک کے نقصان اور حق تلفی کا اندیشہ ہو (۴) یا پہلے ہی دن باہمی نزاع اور جھگڑے کے لیے کوئی گنجائش رکھ لی جائے۔

اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو ممانعت کی وجہ اور کوئی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ بنیادی طور پر اسلام ذاتی ملکیت کا منکر نہیں ہے اور نہ اس کی غیر قدرتی تحدید پر وہ اصرار کرتا ہے، ہاں میراث اور صدقات جیسے مؤثر اور قدرتی ذرائع کے ذریعے قارون اور جاگیردار بننے کے امکانات کا خاتمہ ضرور کرتا رہتا ہے تاکہ کوئی جاگیردار بندگانِ خدا کو، جنسِ بازار تصور کر کے اس کی بولی دینے کے قابل نہ رہے، اگر اس خوئے بد کے امکانات معدوم ہو جائیں تو پھر جاگیر، اور دولت کی فراوانی، سلیمانی ہوتی ہے ورنہ وہ قارونیت بھی ہوگی اور فرعونیت بھی۔ ہمارے نزدیک اس ذہن اور کردار کے لوگ عموماً غیر صالح

حکمرانوں اور غیر اسلامی نظامِ حکومت کی پیداوار ہوتے ہیں، خودرو جھاڑیاں نہیں ہوتے۔ نگران کے بدلنے کی بجائے، سبب باقی رہے اور مسبب کو دور کرتے رہنا انتہائی بے تکی بات معلوم ہوتی ہے۔

رسولِ کریم کا تعامل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا تعامل مزارعت کے جواز کا مؤید ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہود خیبر کو حصے پر دے دی تھی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطی خیبر الیہود علی ان یعملوھا و یزرعوھا و لھم شطر ما خرج منھا (بخاری باب المزارعۃ مع الیھود)

بعض بزرگوں نے اس روایت کو منسوخ کہا ہے مگر یہ بات محلِ نظر ہے۔ کیونکہ حضورؐ کا یہ تعامل آخری تعامل ہے، اور کچھ اور حضرات نے اسے سرے سے مزارعت ہی قرار نہیں دیا مگر یہ علمی دریافت نہیں ہے بلکہ بزرگانہ باتیں ہیں۔

یہ معاملہ صرف یہودِ خیبر سے نہیں کیا گیا بلکہ دوسرے علاقے کے بارے میں بھی حضورؐ نے اسی دستور کے نفاذ کی سفارش فرمائی تھی۔

قال معاذ بن جبل: بعثنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی نفری عربۃ فامرنی ان اخذ خذ الارض، قال سفیان: وحظھا الثلث والربع فلدیربہ باْسا (عبد الرزاق)

خلفاء راشدین کا تعامل۔ یہ دستور خلفائے راشدین کا بھی تھا۔

فمضی علیٰ ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و سنتین من خلافۃ عمر حتی اجلاھم عمر منھا (عبد الرزاق)

فقال الرجل: اخذتھا بالنصف اکری انھارھا و اصلحھا و اعمرھا فقال علی لا بأس بہ (عبد الرزاق)

حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کو جاگیریں عطا کیں، جاگیر عموماً فردِ واحد سے زائد شے ہوتی ہے۔

اقطع عثمان لخمسۃ من اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعبد اللہ ولسعد وللزبیر ولخباب والاسامۃ بن زید فکان جارای عبد اللہ و سعد یعطیان ارضھما بالثلث (عبد الرزاق)

ان عمر بن عبد العزیز کتب الی عثمان بن محمد بن ابی سوید بنبیع الارض بالذھب والا یخابر علی اصل الارض (عبد الرزاق)

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے کا بھی یہی نظریہ تھا۔

سئل ابن عمر کراء الارض فقال ارضی و بعیری سواء (عبد الرزاق)

قال انس بن مالك: ادعنی و مالی سواد (عبد الرزاق)

حضرت امام بخاری نے ان صحابہ اور آئمہ تابعین سے مزارعت کا جواز نقل کیا ہے:۔

حضرت علی، سعد بن مالک، ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، قاسم، عروۃ، آل ابی بکر، آل عمر، آل علی، ابن سیرین، عبد الرحمن بن الاسود، عبد الرحمن بن یزید، حسن بصری، ابراہیم، عطاء، حکم، زہری، قتادۃ و معمر (بخاری باب المزارعۃ بالشطر)

حضورؐ کے عہد میں اس کا رواج رہا بلکہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے ابتدائی دور میں بھی۔

کان یکری مزارعۃ علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان و صدرا من خلافۃ عمر (بخاری) ان عبد اللہ بن عمر قال کنت اعلم فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الارض تکری (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مزارعت سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ سفارش کی تھی کہ وسعتِ ظرف کا ثبوت دیا جائے۔

قال ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم ینہ عنہ ولکن قال ان یمنح احدکم اخاہ خیر لہ من ان یاخذ شیئا معلوما (بخاری وغیرہ)

مزارعت کی قسمیں۔ جن بزرگوں نے مزارعت کی ممانعت کی ہے، اس سے یہ تصور کرنا کہ انھوں نے مطلقاً اور ہر قسم کی مزارعت کی ممانعت کی ہے، محلِ نظر ہے۔

امام زیلعی فرماتے ہیں کہ:

مزارعت تین طرح پر ہوتی ہے (۱) نقد ٹھیکے پر دینا، یہ بالاتفاق جائز ہے۔ یعنی حنفی ائمہ (امام ابوحنیفہ اور صاحبین) کے نزدیک (۲) پیداوار میں سے متعین حصہ مقرر کر لینا، زمین کا کوئی ایک حصہ یا کسی خارجی متعین چیز پر (مثلاً پانچ وسق) یہ بالاتفاق ناجائز ہے (۳) تیسرا یہ کہ زمین کی پیداوار کا نصف یا ثلث (مثلاً) یہ وہ بات ہے جس میں صاحبین اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف ہے۔

واعلم ان المزارعۃ علی ثلثۃ اوجہ: کراء الارض بالنقد وھذا جائز بالاتفاق والثانی المزارعۃ علی ما خرج من الارض فان عین لنفسہ حصۃ معینۃ من الارض لم یجز بالاتفاق وکذا اذا اشترط حصۃ معینۃ من الخارج کخمسۃ اوسق او نحوھا لما فیہ من المخاطرۃ فجاز

ان لا تنبت معنه ، وتنبت ثلث واما اذا زارعه على المتاع وعوالثلث كالنصف والثلث فهذا هو مورد الخلاف ونهى عنها ابو حنيفة واجازها صاحباه (نصب الرايه باب المزارعة بالشطر

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک مزارعت کئی طرح پر ہے۔

۱۔ زمین عاریۃً دے اور کاشتکار اپنے خرچہ اور محنت سے کاشت کرے، اس صورت میں سب کچھ مزارع کا ہوگا، امام صاحب کے نزدیک بھی یہ جائز ہے۔

۲۔ مالک زمین اور کاشتکار مشترکہ محنت اور مشترکہ خرچہ سے کاشت کریں۔ اب پیداوار بھی مشترک ہوگی

۳۔ یہ کہ ٹھیکے پر دی جائے یا سال دو سال کے لیے مثلاً، یہ بھی جائز ہے۔

۴۔ بٹائی پر زمین دی جائے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ فاسد ہے۔ متاجر کو مثل اجرت ملے گی۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ جائز صورت ہے۔

۵۔ زمین، بیل اور بیج مالک کے اور محنت کاشتکار کی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی فاسد ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک طے شدہ شروط کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔

قال ابو یوسف: والمزارعة عندنا على وجوه منها عارية ليست فيها اجارة وهوالرجل يعيرا خاه ارضا يزرعها ولا يشترط عليه اجارة فيزرعها المستعير ببذره وبقره ونفقته فالزرع له والخراج على رب الارض ...... وبه يقول ابو حنيفة۔

ووجه آخر تكون الارض للرجل فيدعو الرجل الى ان يزرعها جميعا والنفقة والبذر عليهما نصفان فهذا مثل الاول الزرع بينهما .... ووجه آخر اجارة ارض بيضاء بدراهم مسماة سنة او سنتين فهذا جائز والخراج على رب الارض فى قول ابى حنيفة۔

ووجه آخر المزارعة بالثلث والربع فقال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه فى هذا انه فاسد وعلى المستاجر اجر مثلها ...... وقال ابو يوسف المزارعة جائزة على شروطها۔

ووجه آخر ان يكون للرجل ارض وبقر وبذر فيدعو اكارا فيدخله فيها ليعمل ذلك ويكون له السدس او السبع فهذا فاسد فى قول ابى حنيفة ومن وافقه والزرع فى قولهم لرب الارض وللاكار اجر مثله وقال ابو يوسف هو عندى جائز على ما اشترطا عليه (كتاب الخراج فصل فى الاجارة الارض البيضاء او ذات النخل)

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے: کہ زمین مالک کی ہو اور محنت کاشتکار کی لیکن بیج اور آلات زراعت مشترکہ تو طے شدہ نسبتوں کے ساتھ یہ بھی جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اور تمام

فقہاءِ احناف اور حنبلی فقہ میں بھی یہ جائز ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

الغرض: مزارعت جائز ہے مگر منصفانہ طریقے پر جس میں نزاع یا جہالت اور کسی کے خسارے کا غالب اندیشہ نہ ہو۔ جن بزرگوں نے اسے ناجائز کہا ہے، صرف بعض خرابیوں کی بنا پر کہا ہے، اس لیے نہیں کہ زمین اس کے پاس فالتو ہے۔ حضورؐ نے خود یہی معاملہ کیا، جیسا کہ خیبر کی زمین کے بارے میں کیا۔ آپؐ کے عہد میں صحابہؓ بھی کرتے رہے۔ بعد میں خلفاء راشدین کا تعامل بھی اسی پر رہا اور صحابہؓ کی موجودگی میں جمہور تابعین کا اسی پر عمل رہا۔ اس لیے اسے زائد زمین کہہ کر مالک کے لیے اس کو کاشت پر دینے کو کہنا کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ جہاں ممانعت آئی ہے وہاں رائج فساد کے ازالہ کے لیے آئی ہے، ورنہ حضورؐ خود اور آپؐ کے خلفاء اس کو کسی صورت میں برداشت نہ کرتے۔ کہتے ہیں خیبر والا معاملہ مزارعت کا معاملہ نہیں تھا، مقاسمہ (سرکاری لگان) کی بات تھی، ہم کہتے ہیں۔ اگر یہ مان بھی لیں تو جو صحابہؓ آپؐ کے عہد میں ایسا کرتے رہے تھے، وہ تو مقاسمہ کی بات نہیں تھی؟

کہتے ہیں، خدا کہتا ہے، زمین اللہ کی ہے۔ اس کے معنی ہیں حسبِ ضرورت اس سے انتفاع کیا جا سکتا ہے، زائد نہیں۔ لیکن یہ بات صرف زمین تک محدود نہیں رہے گی، کیونکہ ارض و سماء و ما بینہما بھی اللہ کا ہے۔ اب اور بھی کوئی چیز کسی کے پاس زائد نہیں ہونی چاہیے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

صحیح یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کا ہے لیکن اس سے کسبِ فیض اس کے قوانین کے تحت کیا جائے تو اسے جائز ہونا چاہیے، ورنہ انسان کے فکری اور عملی قوتوں اور استعداد میں جو تفاوت ہے، ان کے نتائج بے کار جائیں گے، خدا کے ہاں بہرحال یہ اندھیر نہیں ہے۔

تصانیف محمد اشرف سندھو

مقیاس حقیقت مجلد	۱۲/- روپے	تاریخ التقلید مجلد	۹/- روپے
پیغامِ جیلانی	۷/- "	مقامِ اہلِ حدیث مجلد	۷/- "
بریلوی عقائد و اعمال	۳/- "	بریلویت کا پس منظر	۲/۵۰ "
رکعاتِ قیام رمضان	۲/۵۰ "	اکمل البیان	۱/۵۰ "
فلاحِ دارین	۱/۲۵ "	مناظرہ چک نمبر ۴	۱/- "
فرقہ ناجیہ	۱/- "	فرقہ وجودیہ	۱/۷۵ "
دیوبند کا مذہب	۱/۵۰ "	رسول اللہؐ کی نماز	۱/۵۰ "

دارالاشاعت اشرفیہ سندھو بلو کی ضلع قصور